JIHĀT-UL-ISLĀM
Vol: 13, Issue: 02, jan – june 2020

OPEN ACCESS
JIHĀT-UL-ISLĀM
pISSN: 1998-4472
eISSN: 2521-425X
www.jihat-ul-islam.com.pk

نکاح کے مقاصد و فوائد اور نکاحِ مسیار کا شرعی جائزہ

Purposes and benefits of Nikah and Shariah Review of Nikah e Misyar

Obaidullah*
Ph.D. Scholar, Department of ADYANE AALAM, Federal Urdu University, Kararchi

Dr. Hafiz Muhammad Sani**
Chairman Department of Quran o Sunnah, Federal Urdu University, Kararchi.

Abstract

Nikah has a pivotal importance and sanctity in Shariah. The Holy Prophet s.a.w.w quoted: "Nikah is my Sunnah ". Following are the points included in the aims and objectives and benefits of Nikah. It provides us with the survival of human race, propagation of human generation, protection of human sanctity, completion of religious and social provisions, relaxation of heartand family coordination.

In this article Nikah e Misyaar has also been mentioned alongwith the efficacy of Nikah.

In the Arab world Nikah e Misyaar is practised quite commonly. Although there is a difference of opinion among religious scholars as far as its definition and commandment are concerned. Reasons of priorities have also been elaborated. As a reultant it can be concluded that Nikah e Urfi is more authentic and genuine and one should feel ease in it, however, in an acute compulsion and abhorrence consent permission of Nikah e Misyaar can also be given.

Keywords: *Nikah, Sunnah, Misyar, Nikah e Urfi, Purposes.*

تمہید

زوجین کے درمیان نکاح سے حاصل ہونے والا رشتہ صرف شہوانی خواہشات کو پورا کرنے والا نہیں ہونا چاہئے بلکہ وہ لباس و بدن اور جسم و روح کی طرح ایک مضبوط تعلق کا رشتہ ہونا چاہئے جو ہر قسم کے حالات میں دائمی اور مستحکم ہو۔ دو انسان آپس میں جڑ جائیں تو وہ ہر قسم کی خوشی و غمی میں ایک دوسرے کے بہترین ساتھی اور مددگار کے روپ میں نکھر کے سامنے آئیں، یہی نکاح کے اصل مقاصد ہیں

CC BY

کہ جس میں انسان نہ صرف اپنی جنسی ضروریات پوری کرلیتا ہے بلکہ اس سے وابستہ جتنے بھی حقوق ہیں مثلاً نان نفقہ، رہائش، سکنی اور اولاد کی طلب وتربیت اور علاج ومعالجہ وغیرہ یہ سارے کام انسان پورے کرنے کا عزم کرلیتا ہے۔

آج کل عرب دنیا میں نکاح کی ایک نئی شکل نکاح مسیار کی صورت میں سامنے آئی ہے جس میں نکاح سے متعلق بہت سے حقوق سے انسان غفلت برتتا رہتا ہے اور مقصد صرف اپنی نفسانی خواہش کی آگ کو بجھانا ہوتا ہے۔اس کے بارے میں شریعت ہمیں کیا رہنمائی فراہم کرتی ہے اس کا تفصیلی جائزہ لینے کی ضرورت ہے۔جس پر اس آرٹیکل میں بحث کی جائے گی۔

نکاح کی لغوی تعریف:

نکاح کے معنی عقد کے ہیں پھر یہ جماع کے معنی میں مستعار لے لیا گیا لہٰذا اصل میں یہ جماع کے لئے نہیں ہے۔[1]

نکح ینکح نکحا ونکاحا (نکاح کرنا)[2]

Nikah, Matrimony, Marriage, Nuptils[3]

نکاح کے اصطلاحی معنی

اصطلاح شرع میں نکاح کا معنی یہ ہے کہ ایسی عورت کو نکاح میں لانا جس سے نکاح کرنے میں کوئی شرعی ممانعت نہ ہو، تاکہ اس کے ساتھ حلال طریقے سے جنسی تسکین حاصل کی جاسکے، پیدا ہونے والی اولاد کا نسب ثابت ہوسکے اور باہم حقوق وفرائض عائد ہوسکیں۔[4]

نکاح کے متعلق شرعی نقطۂ نظر:

نکاح اسلام اور شارع کی نظر میں صرف مرد وزن کا ایک عمرانی معاہدہ نہیں ہے اور نہ ہی شارع نے نکاح کو صرف تمدنی اور مادی حیثیت سے ضروری قرار دیا ہے اور نہ ہی ان کا یہ منشا اور غرض ہے بلکہ وہ تو نکاح میں دینی ودنیوی فوائد ومصلحتوں کو بھی چاہتا ہے، بقائے نسلِ انسانی کے لئے نکاح ضروری بھی ہے اور اس پر نسلِ انسانی کی بقاء ودوام اور ایک پاکیزہ وصاف ستھرے معاشرے کا وجود اور شرمگاہوں کی حفاظت موقوف ہے اور انہی مصالح وحکمتوں کی وجہ سے بعض فقہائے کرام نے نکاح کو جہاد پر فضیلت دی ہے۔نکاح اور جہاد میں سے ہر ایک کا وجود مسلم اور ہر ایک کا وجود اسلام کے لئے ضروری ہے بغیر ان کے اسلام اور مسلم کی بقاء مشکل ہے۔مگر بعض مواقع پر نکاح کو جہاد پر فوقیت حاصل ہوجاتی ہے، بسا اوقات افراد کسی وبا اور آفت کا شکار ہوجاتے ہیں تو اس وقت مسلمانوں کے نسل کی افزائش نکاح ہی کے ذریعے ہوسکتی ہے تو نکاح حقیقتاً نسل مسلم میں زیادتی اور کثرت کا سبب بنتا ہے۔اس طرح نکاح ہر صورت میں وجود انسانیت کا سبب بنتا ہے اور اس کے نتیجے میں افراد مسلمین کی افزائش روز بروز ترقی پذیر ہوتی رہتی ہے اور رفتہ رفتہ اسلامی سوسائٹی کے اثرات چار دانگ عالم میں پھیلنے لگتے ہیں جس کے نتیجے میں اسلام کو سینے سے لگانے والوں کی کثرت سیلاب اور موسلا دھار بارش کی طرح ہونے لگتی ہے۔

اسلام کے اس نقطہ نظر کو اپنے دل و دماغ میں مرکوز کرنے کے لئے ان احادیث پر غائرانہ نظر ڈالی جائے جو نکاح سے متعلق احادیث کی کتابوں میں نبی کریم ﷺ سے صحیح سندوں کے ساتھ مروی ہیں جن سے پورے طور پر واضح ہو جاتا ہے کہ نکاح شارح کی نظر میں بہت زیادہ مقبول و محمود ہونے کے ساتھ ساتھ شارح کی توجہات کا مرکز بھی ہے نیز اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے نکاح کو صرف تمدنی اعتبار سے ضروری قرار نہیں دیا بلکہ اس کے دنیوی اور دینی فوائد بھی آپ ﷺ کے پیش نظر تھے۔

چنانچہ ابو یعلی نے اپنی مسند میں آپ ﷺ سے روایت کیا ہے کہ ایک دفعہ حضور اکرم ﷺ نے عکاف بن وداعہ ہلالی سے دریافت فرمایا کہ کیا تم نے شادی کر لی؟ تو انہوں نے جواب میں عرض کیا نہیں۔آپ ﷺ نے پھر سوال فرمایا کہ تمھارے پاس لونڈی ہے؟ انھوں نے عرض کیا کہ نہیں! آپ ﷺ نے پھر سوال دہرایا: کیا تم تندرست اور خوشحال ہو ؟انہوں نے کہا جی ہاں! اللہ تعالی نے دونوں نعمتوں سے نوازا ہے، توآپ ﷺ نے ارشاد فرمایا پھر تم شیطان کے بھائیوں میں سے ہو۔ یا تو تم عیسائی کارسازوں میں سے ہو تو پھر تمہار شمار انہیں میں سے ہوگا، اگر تم میری جماعت سے منسلک ہونا چاہتے ہو تو تمہیں بھی وہی طریقہ زندگی اختیار کرنا پڑے گا جو میرا اور میرے صحابہ کرام کا طریقہ زندگی ہے۔اور سن لو کہ نکاح کرنا ہماری اور انبیاء سابقین کی سنت ہے۔اگر تم ہماری صف میں شامل ہونا چاہتے ہو تو تمہیں نکاح کرنا پڑے گا۔اور آپ ﷺ نے اس کو خطاب کرکے فرمایا کہ تم میں سب سے بدتر اور برے وہ لوگ ہیں جو تجرد کی زندگی گزارتے ہیں اور ہمارے اسوہ اور طریقہ زندگی سے انحراف کرتے ہیں، حالانکہ میری تعلیمات اور خدائے ذوالجلال کی شریعت انہیں تجرد اور تبتل کی اجازت نہیں دیتی اور تمہارے مردوں میں سب سے برے وہ لوگ ہیں جنھوں نے عالم تجرد ہی میں وفات پائی۔ چنانچہ آپ ﷺ کے الفاظ یہ ہیں:

> فإن من سنتنا النكاح، شراركم عزابكم، وأراذل أمواتكم عزابكم.[5]
>
> ہمارا طریقہ نکاح کا ہے، تم میں سے بدترین لوگ وہ ہیں جو تجرد کی زندگی گزارتے ہوں اور تمہارے مُردوں میں سے بدترین وہ لوگ ہیں جو تجرد کی حالت میں وفات پائے۔

ایک اور حدیثِ پاک میں آپ ﷺ نے فرمایا:

> "تناكحواتناسلوافإنيمكاثربكمالأمميومالقيامة"[6]
>
> اے لوگو! نکاح کرو اپنی نسل میں اضافہ اور کثرت پیدا کرو کیونکہ میں روزِ قیامت تمھاری کثرت کی وجہ سے دوسری امتوں پر فخر کروں گا۔

مذکورہ بالا احادیث اور ان کے علاوہ بہت سی احادیث ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ نکاح کی اہمیت وفضیلت شارع علیہ السلام کی نظر میں صرف تمدن اور معاشرتی ضرورت کو پورا کرنے کے لئے نہیں ہے بلکہ سب سے بڑا مقصد تحصینِ نفس، اخلاقی پاکیزگی، نسلِ انسانی کی فروغ اور خالص مسلم آبادیوں میں اضافہ کرنا ہے اور ان مقاصد کے حصول کے لئے جس طرح یہ ضروری ہے کہ مسلمان شادی بیاہ کریں اسی طرح یہ بھی ضروری ہے کہ وہ اپنا نکاح ایسے خاندانوں میں کریں جو اسلامی کرنوں اور دینی شعاعوں سے منور وتاباں ہوں، ان

کا ماحول اور معاشرہ مذہبی اور دینی ہو کیونکہ مذکورہ بالا مقاصد صرف صالح مرد اور عورت کے اختلاط اور امتزاج ہی سے پورے ہو سکتے ہیں۔اسلامی سوسائٹی انہیں کے میل ملاپ سے تیار ہو سکتی ہے۔

نکاح کے مقاصد و فوائد:

اسلام میں نکاح کے بہت سارے مقاصد و فوائد ہیں جن میں سے بنیادی حسبِ ذیل ہیں:

(1) نسلِ انسانی کی بقاء وافزائش:

نکاح کا سب سے بڑا اور بنیادی مقصد تو یہ ہے کہ نسلِ انسانی باقی بھی رہے اور بڑھتی بھی رہے اور یہی ایک بنیادی فرق آج مسلمان اور مغربی دنیا کے انسانوں میں رہ گیا ہے ان کے ہاں ہر شعبے میں افرادی قوت کی شدید کمی ہے اور اس کے لئے وہ دوسرے ممالک کے افراد کو بلانے پر مجبور ہیں اور اپنے لوگوں کو نسلِ انسانی کے بڑھانے کی نہ صرف ترغیب دیتے ہیں بلکہ اس سلسلے میں ہونے والے سارے اخراجات کے وہ خود کفیل بھی بن جاتے ہیں۔ نکاح کا بنیادی مقصد نسلِ انسانی کی بقاء اور افزائش ہے۔ چنانچہ قرآنِ کریم اس بنیادی مقصد کو اس طرح بیان کرتا ہے:

نساؤكم حرثكم فأتوا حرثكم انى شئتم وقدموا لانفسكم[7]

ترجمہ: تمھاری بیویاں تمھارے لئے کھیتیوں کے مانند ہیں پس اپنی کھیتوں میں جہاں سے چاہو جاؤ اور اپنے لئے اچھے عمل آگے بھیجو۔

اس آیت کی تشریح میں مفتی تقی عثمانی توضیح القرآن میں ذکر فرماتے ہیں:

"اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ایک لطیف کنایہ استعمال کرکے میاں بیوی کے خصوصی ملاپ کے بارے میں چند حقائق بیان فرمائے ہیں: پہلی بات تو یہ واضح فرمائی ہے کہ میاں بیوی کا یہ ملاپ صرف لذت حاصل کرنے کے مقصد سے نہیں ہونا چاہئے، بلکہ اسے انسانی نسل کی بڑھوتری کا ذریعہ سمجھنا چاہئے، جس طرح ایک کاشتکار اپنی کھیتی میں بیج ڈالتا ہے تو اس کا اصل مقصد پیداوار کا حصول ہوتا ہے اسی طرح یہ عمل بھی دراصل انسانی نسل باقی رکھنے کا ایک ذریعہ ہے"[8]

اسی سلسلے میں نبی کریم ﷺ کا ارشادِ گرامیِ قدر ہے۔

"تناكحوا وتناسلوا" [9]

نکاح کرو اور نسل پیدا کرو۔

2 عفّت کا تحفظ:

نکاح کا دوسرا اہم مقصد عفت و پاکدامنی یعنی کردار کی عفت، نگاہ کی عفت، اور خیال کی عفّت کا تحفظ ہے۔ پاکدامنی کو اسلام میں جو اہمیت حاصل ہے اس کا اندازہ اس بات سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ جو اس عفت کے خلاف جرم (بدکاری) کا ارتکاب کرلے اس کی سزا

ایسی سخت اور لرزہ خیز ہے کہ اس کی مثال پورے اسلامی قانون میں نہیں ملتی نہ حدود میں اور نہ تعزیراتِ اسلامی میں۔ چنانچہ اس سلسلے میں اللہ جل جلالہ کے کلامِ پاک اور نبی کریم ﷺ کے فرامین میں ہمیں واضح ثبوت ملتا ہے۔

{وَأُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذَلِكُمْ أَنْ تَبْتَغُوا بِأَمْوَالِكُمْ مُحْصِنِينَ غَيْرَ مُسَافِحِينَ}[10]

"ان عورتوں کو چھوڑ کر تمام عورتوں کے بارے میں یہ حلال کر دیا گیا ہے کہ تم اپنا مال (بطور مہر) خرچ کرکے انہیں (اپنے نکاح میں لانا) چاہو، بشرطیکہ تم ان سے باقاعدہ نکاح کا رشتہ قائم کرکے عفت حاصل کرو، صرف شہوت نکالنا مقصود نہ ہو۔"

مقصد یہ ہے کہ نکاح ایک دیرپا تعلق کا نام ہے جس کا مقصد صرف جنسی خواہش پوری کرنا نہیں ہے بلکہ ایک مضبوط خاندانی نظام کا قیام ہے جس میں مرد اور عورت ایک دوسرے کے حقوق اور ذمہ داریوں کے پابند ہوتے ہیں اور اس رشتے کو عفت و عصمت کے تحفظ اور بقائے نسل انسانی کا ذریعہ بناتے ہیں۔ حدیث شریف آپ ﷺ نے عفت و پاکدامنی کی طرف اس طرح اشارہ فرمایا ہے۔

عن عبد الله، قال: قال لنا رسول الله صلى الله عليه وسلم: «يا معشر الشباب، من استطاع منكم الباءة فلينكح، فإنه أغض للبصر، وأحصن للفرج، ومن لا، فليصم، فإن الصوم له وجاء» سنن النسائي[11]

"حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "اے نوجوانوں کی جماعت! جو شخص بھی تم میں سے جماع (نکاح اور اس کے موجبات و لوازمات مراد مہر اور نان و نفقہ وغیرہ) کی طاقت رکھتا ہو اس کو نکاح کرنا چاہیے؛ کیوں کہ یہ نکاح اجنبی عورت پر نظر پڑنے سے حفاظت کا ذریعہ ہے، اور شرمگاہ کو بھی محفوظ رکھتا ہے، اور جو شخص اس کی طاقت نہ رکھتا ہو اس کو روزہ رکھنا چاہیے، کہ یہ اس کے لیے جوشِ شہوت میں کمی کا ذریعہ ہے۔"

یعنی پاک کرداری اور پاک نگاہی اس زمانے میں بالخصوص عنفوانِ شباب کے زمانے میں اس کا علاج یہی ہے کہ آدمی اس اسلامی حکم کے دامن میں آکر پاکیزہ زندگی اپنالے۔

(3) دینی اور معاشرتی مصالح کی تکمیل:

نکاح کا تیسرا اہم مقصد دینی اور معاشرتی مصالح کی تکمیل ہے انسانی زندگی آئے دن کسی نہ کسی مسائل کا شکار رہتی ہے اور اس دینی اور معاشرتی مسئلہ کا حل بسا اوقات صرف یہ ہوتا ہے کہ انسان نکاح کرلے۔

دینی مصلحت کی وجہ سے نکاح کرنے کی بہترین مثال خود آپ ﷺ کا اپنا ذاتی عمل ہے، جس کی تفصیل کا یہاں موقع نہیں ہے، البتہ مختصراً اتنا جان لینا چاہئے کہ آپ ﷺ نے جتنے بھی نکاح کئے ان سب کے پیچھے کوئی نہ کوئی اہم دینی یا دعوتی یا اخلاقی مصلحت ضرور کارفرما تھی، ایک اہم مقصد جو تقریباً سب ہی نکاحوں میں موجود رہی ہے وہ یہ ہے کہ ازواج مطہّرات رضوان اللہ علیھن اجمعین امّت کی معلمات بن سکیں اور وہ لوگوں کو دین پہنچا سکیں اور ان کا عمل بھی امت کے لیے باعثِ تقلید بن سکے، چنانچہ امت کے وہ بعض اہم مسائل

جن کا تعلق صرف خواتین سے تھا اس کا اہم مورد اہلِ بیت رضوان اللہ تعالیٰ علیہم ہیں جن میں آپ ﷺ کی بناتِ طیبات وطاہرات سرِ فہرست حیثیت رکھتی ہیں:

معاشرتی مقاصد کے لئے نکاح کی بہترین مثال قرآن مجید میں یوں بیان کی گئی ہے۔

{وَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تُقْسِطُوا فِي الْيَتَامَى فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مَثْنَى وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوا فَوَاحِدَةً }[12]

''اگر تمہیں یہ اندیشہ ہو کہ تم یتیموں کے بارے میں انصاف سے کام نہیں لے سکو گے تو ان سے نکاح کرنے کے بجائے دوسری عورتوں میں سے کسی سے نکاح کرلو جو تمہیں پسند آئیں، دو دو سے، تین تین سے اور چار چار سے، ہاں اگر تمہیں یہ خطرہ ہو کہ تم ان بیویوں کے درمیان انصاف نہ کرسکو گے تو پھر ایک ہی بیوی پر اکتفا کرو۔"

اس مصلحت پر نظر ڈالئے جو اس آیت میں ایسے نکاحوں کی بیان کی گئی ہے۔یہ مصلحت اور غایت معاشرے کے سب سے کمزور طبقے (یتیموں) کے مفادات اور حقوق کی حفاظت ہے۔ان کے سرپرستوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ ان کے حقوق صحیح طور پر ادا کریں چونکہ یہ مشکل ذمہ داری ہے اور اس سے عہدہ برآں ہونے میں تم سے کوئی کوتاہی ہوسکتی ہے لہٰذا مناسب یہ ہے کہ تم ان یتیموں کی ماؤں سے نکاح کرلو (اگر وہ محرمات میں سے نہ ہوں) بلکہ اگر معمولی صورتحال درپیش ہو تو پھر ان خواتین میں سے دو دو یا پھر تین تین حتی کہ چار چار عورتوں کو بھی اپنے نکاح میں لاسکو تو لے آؤ، یہ ایک مؤثر تدبیر ہوگی اس اہم ذمہ داری سے سبکدوش ہونے کے لئے۔

4)سکونِ قلب اور خاندانی ہم آہنگی:

نکاح کا ایک بنیادی مقصد انسانی دل کے لئے ایک پر مسرّت اور مستقل ذریعہ فراہم کرنا ہے اور اس کے نتیجے میں ایک ایسے خاندان کی بنیاد رکھنا ہے جس میں آپس کی دلی محبت ہو۔اللہ تعالی قرآن مجید میں ارشاد فرماتے ہیں:

هُوَ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ إِلَيْهَا[13]

''وہی ہے جس نے تمہیں ایک ہی جان سے پیدا کیا اور اسی کی جنس سے اس کا جوڑا بھی بنایا تاکہ وہ اس کے پاس سکون پائے۔''

{وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِنْ أَنْفُسِكُمْ أَزْوَاجًا لِتَسْكُنُوا إِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَوَدَّةً وَرَحْمَةً }[14]

''اس کی ایک نشانی یہ ہے کہ اس نے تمھارے لئے تم ہی میں سے بیویاں پیدا کیں تاکہ تم ان کے پاس جاکر سکون حاصل کرو اور تمھارے درمیان محبت اور رحمت کے جذبات رکھ دئے۔''

اس کی تشریح میں مفتی محمد تقی عثمانی صاحب فرماتے ہیں:

"عام طور پر نکاح سے پہلے میاں بیوی الگ الگ ماحول میں پرورش پاتے ہیں، لیکن نکاح کے بعد ان میں ایسا گہرا رشتہ پیدا ہو جاتا ہے کہ وہ اپنے پچھلے طرز زندگی کو خیر باد کہہ کر ایک دوسرے کے ہو رہتے ہیں، ان کے درمیانیک بیک وہ

محبت پیدا ہو جاتی ہے کہ ایک دوسرے کے بغیر رہناان کے لئے مشکل ہو جاتا ہے، جوانی میں ان کے درمیان محبت کا جوش ہوتا ہے اور بڑھاپے میں اس پر رحمت اور ہمدردی کا اضافہ ہو جاتا ہے"[15]

اس آیت سے معلوم ہواکہ دونوں ہی کے دلوں میں ایک دوسرے کے لئے باہمی محبت پیدا کردی جاتی ہے اور دونوں کو ہی ایک دوسرے سے سکونِ قلب ملتا ہے۔

نکاح کے ارکان:

ایجاب وقبول نکاح کے ارکان میں سے ہے، ایجاب وقبول یعنی لڑکے اور لڑکی کا زبان سے یا تحریر سے ماضی کے صیغے سے یا ایک ماضی اور ایک حال کے صیغے سے ایجاب وقبول کا اظہار ہے۔ انعقادِ نکاح کے لئے کسی رجسٹرار یا قاضی کا ہونا لازمی نہیں، مرد وعورت دونوں مسلمان گواہوں کی موجودگی میں ایجاب وقبول کرلیں تو نکاح منعقد ہو جاتا ہے۔ لیکن بہتر یہ ہے کہ لڑکی خود لڑکے کے سامنے ایجاب نہ کرے بلکہ وہ اپنے ولی کے ذریعے ایجاب کرے جس کا طریقہ کار درج ذیل ہے۔

نکاح سے قبل لڑکی سے اجازت لینا مسنون ہے۔ ولی خود یا اس کا وکیل لڑکی کے پاس جائے اور اس سے کہے کہ اتنے مہر کے بدلے میں آپ کا نکاح فلان بن فلان کے ساتھ کیا جاتا ہے کیا آپ نے اپنے نکاح کا اختیار مجھے دے دیا۔ لڑکی جواب میں اگر والد ہے تو خاموش ہو جائے یا رو جائے تو یہ اجازت سمجھی جائے گی اور اگر والد کے علاوہ کوئی ہو تو پھر لڑکی زبان سے کہے کہ جی میں نے اپنا نکاح فلان بن فلان کے ساتھ کرانے کا اختیار آپ کو دے دیا۔ پھر اس کے بعد قاضی خطبہ دے اور پھر لڑکی کے وکیل سے ایجاب کروائے کہ آپ نے فلان بنت فلان کو فلان بن فلان کے نکاح میں اتنے مہر کے بدلے میں دیدی تو وکیل کہے کہ دیدی اور پھر قاضی لڑکے سے پوچھے آپ نے فلان بنت فلان کو اپنے عقدِ نکاح میں اتنے مہر کے عوض میں قبول کیا لڑکا کہے کہ قبول کیا اور یہ ساری کاروائی کم از کم دو گواہوں کے سامنے ہو تو نکاح منعقد ہو جاتا ہے۔

نکاح کی شرائط:

عقدِ نکاح کے منعقد ہونے اور اس کو تشکیل پانے کے لئے حسبِ ذیل شرائط کا پایا جانا ضروری ہے۔ اگر ان میں سے کوئی بھی شرط نہ پائی جائے تو نکاح منعقد نہیں ہوگا۔

1) مرد عورت دونوں ہم مذہب ہوں یعنی دونوں مسلمان ہوں البتہ مسلمان مرد کا کتابیہ (یہودیہ یا عیسائیہ) عورت سے نکاح جائز ہے اور مسلمان عورت کا کتابی مرد سے نکاح جائز نہیں۔ مسلمان مرد وعورت کا نکاح کافر مرد وعورت سے جائز نہیں۔ موجودہ دور کے اہلِ کتاب دہریہ ہیں ان کا کسی آسمانی مذہب پر ایمان ویقین نہیں ہے اس لئے ایسے عیسائیہ یا یہودیہ سے نکاح کرنا جائز نہیں۔

2) ایجاب وقبول کرنے والوں کا عاقل وبالغ ہونا ضروری ہے۔ لہٰذا اگر لڑکا اور لڑکی نابالغ ہوں تو ان کی طرف سے ان کے اولیاء ہی ایجاب وقبول کریں گے۔

3) اگر لڑکے یا لڑکی میں سے کوئی ایک یا دونوں گونگے یا بہرے ہوں تو اس صورت میں ان کا ایجاب و قبول اشارہ سے ہوگا اور اشارہ اس طرح ہوگا کہ لوگ سمجھ سکیں کہ یہ آپس میں نکاح کرنے پر راضی ہیں۔ تاہم اگر ایجاب و قبول تحریر کے ذریعے سے ہو جائے تو اشارہ کے مقابلے میں زیادہ اولیٰ و بہتر ہے۔

4) ایجاب و قبول کا ایک مجلس میں ہونا ضروری ہے یعنی اگر ایجاب ایک مجلس میں ہو اور قبول دوسری مجلس میں تو یہ نکاح منعقد نہیں ہوگا، یعنی مجلس بدل جانے سے نکاح منعقد نہیں ہوگا۔ اگر مجلس بدل جائے تو ایجاب دوبارہ کیا جائے گا۔

5) ایجاب و قبول کے وقت جو گواہ (دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں) ہوں ان گواہوں کا مسلمان ہونا بھی ضروری ہے۔ وہ دونوں گواہ ایجاب و قبول ایک ساتھ سنیں اور سمجھیں اور گواہ مرد و عورت دونوں کو پہچانتے بھی ہوں۔

6) انسان کا نکاح صرف انسان سے ہی ہو سکتا ہے کسی دوسری جنس سے نکاح نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا انسان مرد کا نکاح جنیہ سے اسی طرح جن کا نکاح انسان عورت سے نہیں ہو سکتا۔

7) نکاح کو کسی وقت اور مدت کے ساتھ مقید نہیں کیا جا سکتا مثلا دو دن یا تین مہینہ وغیرہ ورنہ نکاح منعقد ہی نہیں ہو سکے گا۔

نکاح کے اثرات:

اگر نکاح صحیح ہو اور وہ شرعا منعقد بھی ہو جائے تو اس پر درج ذیل اثرات مرتب ہوتے ہیں :

1) میاں بیوی کے درمیان جنسی تعلق کا استوار کرنا شرعا جائز ہو جاتا ہے۔

2) بیوی حق مہر کی حقدار ہو جاتی ہے۔

3) شوہر پر بیوی کا نان نفقہ واجب ہو جاتا ہے۔

4) بیوی سے ہونے والی اولاد کا نسب ثابت ہو جاتا ہے اور وہ اولاد جائز تصور کی جاتی ہے۔

5) میاں بیوی ایک دوسرے کے وارث بن سکتے ہیں۔

6) حرمتِ مصاہرت ثابت ہو جاتی ہے۔

7) اب مرد کو اس نکاح کے بعد تین مزید نکاح کا اختیار باقی رہ جاتا ہے۔

نکاحِ مسیار کی لغوی تعریف:

ابن فارس نے کہا "سین ، یاء اور راء" کی اصل دلالت کرتی ہے چلنے پر اور جانے پر [16] ۔سار الرجل یسیر سیراًومسیراً و تسیاراًومسیرۃً وسیرورۃً۔ عرب یہ جملہ (**سار القوم یسیرون سیراً ومسیراً**) اس وقت کہتے ہیں جب ان کا چلنا جس جہت میں ہو وہ لمبا ہو جائے۔ سیر بمعنی ذہاب یعنی لے جانا یہ قرآن میں بھی استعمال ہوا ہے (سبحن الذی اسری بعبدہ) ترجمہ : پاک ہے وہ ذات جو راتوں رات اپنے بندے کو لے گئی۔

"سیر " بمعنی جانا چاہے رات میں ہو یا دن میں اور "سریٰ" کے معنی صرف رات کو جانا۔

و تقول العرب: سار الكلام أو المثل فهو سائر وسيَار إذا شاع وأنتشر وذاع. والمثل السائر الجاري الشائع بين الناس۔

عرب سارالکلام اس وقت کہتے ہیں جب کلام یا مثل لوگوں میں مشہور ہو جائے۔ سایرہ کے معنی ہیں ساتھ چلنا۔السیّار قافلہ کو کہتے ہیں۔

"مسیار" "مفعال "کے وزن پر مبالغہ کا صیغہ ہے۔ بمعنی بہت زیادہ چلنا۔

بہت زیادہ چلنے والے آدمی کو "رجل مسیار" و"رجل سیار" کہتے ہیں۔[17] والدابۃ مُسیَّرۃ: اس سواری کو کہا جاتا ہے جس میں آگے بھی آدمی بیٹھا ہو اور پیچھے بھی۔"مسیار "بمعنی مسافرت یا آسانی سے بھی مشتق ہو سکتا ہے۔[18]

نکاحِ مسیار کی اصطلاحی تعریف:

نکاح کی یہ قسم چونکہ متقدمین کے ہاں رائج نہیں تھی اس لئے ان کی عبارات میں اس کی تعریف وتوضیح نہیں پائی جاتی۔ موجودہ دور میں چونکہ یہ نکاح رائج ہوا ہے اس لئے عصرِ حاضر کے اہلِ علم نے اس کی مختلف تعریفات کی ہیں، جن میں سے بعض درج ذیل ہیں:

(1) یہ نکاح کی وہ قسم ہے جس میں مرد عورت کے گھر پر جائے لیکن عورت مرد کے گھر پر نہ آئے، عام طور پر یہ مرد کی دوسری شادی ہوتی ہے اور اس کی پہلی بیوی بھی ہوتی ہے جو شوہر کے گھر میں رہتی ہے اور یہ اس کا نان نفقہ برداشت کرتا ہے اور ساتھ میں اس کے سکونت کے خرچ کو بھی برداشت کرتا ہے۔اس نکاح کی روح یہ ہے کہ شوہر کے ذمے سے نان نفقہ ساقط ہو جاتا ہے تاہم پہلی اور دوسری بیوی کے پاس باری باری رات کی تقسیم برابر رہتی ہے۔[19]

(2) یہ نکاح کی وہ قسم ہے جس میں عورت اپنی مرضی اور اختیار سے اپنے بعض حقوق ساقط کردیتی ہے۔[20]

(3) یہ وہ نکاح کی قسم ہے جس میں نکاح کے ارا کین اور شرائط تو پائی جاتی ہیں اور ساتھ میں موانع نکاح بھی مرتفع ہوتے ہیں لیکن میاں بیوی دونوں اس بات پر راضی ہو جاتے ہیں کہ بیوی کے ساتھ رات گزارنے میں برابری ضروری نہیں ہے، بس معاملہ شوہر کے ہاتھ میں ہوتا ہے جب وہ چاہے دن رات میں سے جب آنا چاہے آجائے۔[21]

(4) نکاح تو ارکان و شرائط کی رعایت کے ساتھ ہو جائے لیکن شوہر کے بیوی کے پاس آنے جانے کے لئے کوئی دن اور وقت معین نہ ہو بس یہ شوہر کی دلی خواہش اور فراغت پر مبنی ہو کہ جب اس کا دل چاہے اور اس کے پاس وقت ہو وہ آجایا کرے بیوی اس سے کوئی مطالبہ نہ کر سکتی ہو۔[22]

(5) نکاح کی اس قسم میں کوئی عاقل، بالغ مرد کسی عاقلہ، بالغہ عورت سے جو اس کے لئے شرعاً حلال بھی ہو، مہرِ معلوم کے عوض شاہدین جو کہ شروطِ شہادت پر پورے اترتے ہوں ان کی موجودگی میں شرائطِ ذیل پر نکاح کرلے:

(1) شوہر بیوی کے ہاں کبھی کبھی رات گزارے گا۔(2) شوہر بیوی کو نان نفقہ نہیں دے گا

ان شرائط کا ذکر چاہے نکاح کے وقت کردیا جائے یا پھر قرائن سے معلوم ہو رہا ہو یا پھر عرف سے پتہ چل جائے۔[23]

ان تمام تعریفوں سے یہ بات متفقہ طور پر معلوم ہو رہی ہے کہ یہ وہ نکاح ہے جس میں نکاح کے تمام ارا کین اور شرائط کا مکمل لحاظ رکھا جاتا ہے، ساتھ ہی ساتھ اس میں جانبین کی رعایت بھی ہو جاتی ہے، عورت کی رعایت اس طرح کہ اس کی شادی نہیں ہو رہی ہوتی بوجہ عمر زیادہ ہو جانے کے یا مطلقہ ہونے کی وجہ سے یا پھر بیوہ ہونے کی وجہ سے تو اس کا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ اس بہانے اس کی شادی ہو جاتی ہے،اور وہ انتہائی آسانی کے ساتھ نکاح کے بندھن میں بندھ جاتی ہے اور اسے عفت و پاکدامنی مل جاتی ہے، شوہر کا فائدہ اس میں یہ ہے کہ یہ شادی اس کے لئے نسبتاً بہت آسان ہو جاتی ہے کہ اسے نہ نفقہ دینا پڑتا ہے اور نہ ہی تقسیم کی مشقت اٹھانی پڑتی ہے کہ ہر روز باریاں لگائی جارہی ہوں۔اب ان تمام تفصیلات کی روشنی میں ہم نکاح مسیار کی ایک جامع تعریف یوں کر سکتے ہیں:

وہ نکاح جس میں نکاح کی تمام شرائط اور ارکان شرعیہ پائے جاتے ہوں اور جس میں میاں بیوی دونوں اپنے بعض حقوقِ شرعیہ چھوڑنے پر راضی ہو جاتے ہوں اور محدود اور مختصر طور پر اس کے اعلان پر بھی متفق ہو جاتے ہوں۔[24]

معروف نکاح اور نکاح مسیار کے درمیان فرق:

نکاح مسیار اور معروف نکاح میں مشترکہ پہلو یہ ہے کہ دونوں کی شرائط اور ارکان ایک ہی ہیں البتہ بعض پہلو ایسے ہیں جن کی وجہ سے دونوں میں کچھ فرق پایا جاتا ہے۔

(1) معروف نکاح میں شوہر کے لئے بیوی کے پاس رات گزارنا شرط ہے جبکہ نکاح مسیار میں رات گزارنا شوہر کی مرضی پر منحصر ہوتا ہے۔

(2) معروف نکاح میں شوہر بیوی کو نان نفقہ دینے کا پابند ہوتا ہے جبکہ نکاح مسیار میں نان نفقہ دینے کی نفی ہوتی ہے۔

(3) معروف نکاح میں شوہر کے ذمّے لازم ہوتا ہے کہ وہ بیوی کو رہائش کا بندوبست کرکے دے جبکہ نکاح مسیار میں رہائش کی شرط کی بھی نفی ہوتی ہے، لہٰذا پھر شوہر یا تو بیوی کے گھر میں آئے گا جائے گا یا پھر بیوی کے عزیزوں کے گھر میں جہاں بھی بیوی ہو آتا جاتا رہے گا۔

(4) بعض افراد نے تو مہر کے بارے میں بھی معروف نکاح اور نکاحِ مسیار کا فرق بیان کیا ہے کہ نکاح شرعی میں مہر دینا لازم ہوتا ہے اور نکاح مسیار میں مہر کی نفی ہوتی ہے، یاد رہے کہ یہاں نفی سے مراد مہرِ مثل کی نفی ہے۔

(5) معروف نکاح کا علی الاعلان ذکر ہوتا ہے جبکہ نکاحِ مسیار میں مخصوص طریقے پر نکاح کا اعلان ہوتا ہے کہ پہلی بیوی اور اس کے خاندان والوں کو پتہ نہ چل سکے۔

(6) معروف نکاح میں بیوی شوہر کے ماتحت ہوتی ہے اور شوہر کو اللہ تعالیٰ نے قوّام بنایا ہوتا ہے اور وہ ہر کام شوہر سے پوچھ کر کرنے کی پابند ہوتی ہے جبکہ نکاح مسیار میں کہ اس میں وہ اپنی زندگی جیسے گزارنا چاہے گزار سکتی ہے گھر میں رہنے اور گھر سے نکلنے سے متعلق وہ اپنی رائے کی پابند ہوتی ہے،اس لئے کہ اس میں بیوی کے لئے شوہر قوّام نہیں ہوتا۔[25]

نکاحِ مسیار کا حکم:

علمائے کرام نے نکاح مسیار کے حکم کے بارے میں پانچ اقوال ذکر کئے ہیں۔

(پہلا قول)

نکاح مسیار جائز ہے لیکن مکروہ اور ناپسندیدہ ہے۔اس قول کے قائلین کے اسمائے گرامی قدر درج ذیل ہیں۔
ڈاکٹر یوسف قرضاوی[26]،ڈاکٹر وھبہ الزحیلی[27]،امام الحرم شیخ سعود الشریم[28]،ڈاکٹر احمد الکردی[29]،ڈاکٹر احمد موسیٰ السھلی[30]، مجمع الفقہ الاسلامی جو رابطہ عالمی اسلامی کے ماتحت ادارہ ہے ان کے علماء کی بھی یہی رائے ہے۔[31]

قولِ اول کے قائلین کے دلائل:

دلیل(1):

فلما كبرت(اى سودة)، جعلت يومها من رسول الله صلى الله عليه وسلم لعائشة، قالت: يا رسول الله، قد جعلت يومي منك لعائشة، «فكان رسول الله صلى الله عليه وسلم، يقسم لعائشة يومين، يومها ويوم سودة»،[32]

"جب حضرت سودہ بن زمعہؓ بوڑھی ہو گئیں تو انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے اپنے دن کی باری حضرت عائشہؓ کو دیدی تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت عائشہؓ کے لئے دو دن تقسیم کئے ایک دن ان کا (حضرت عائشہؓ کا) اور ایک دن حضرت سودہؓ کا۔"

وجہ استدلال:

حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنا حقِ مبیت ساقط کر دیا اور یہ آپ ﷺ نے قبول بھی فرمالیا، لہٰذا کسی عورت کا اپنے بعض حقوق (مثلاً نفقہ اور سکنہ کو) کو ساقط کر دینا یہ عورت کا حق ہے اور یہ حضور ﷺ کے اقرار سے ثابت ہے۔[33]

اس استدلال پر کئی اشکالات کئے گئے ہیں، جو بمع جوابات کے ذیل میں نقل کئے جاتے ہیں:

اشکال (1) : اگر یہ اشکال کیا جائے کہ اس حدیث سے تو یہ ثابت ہو رہا ہے اپنے حق کو عورت چھوڑ رہی ہے لیکن نکاحِ مسیار میں تو مرد اپنے حقوق سے دستبردار ہو رہا ہوتا ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ نکاحِ مسیار میں تو عورت ہی اپنے حقوق (نفقہ، سکنہ) چھوڑ رہی ہوتی ہے۔

اشکال (2) : حضرت سودہ نے تو عقدِ نکاح کے بعد اپنے حقوق چھوڑے تھے جبکہ نکاح مسیار میں تو عقد سے پہلے ہی اپنے حقوق سے دستبردار ہونا پڑتا ہے۔[34] تو اس کا جواب یہ ہے کہ جب حقوق سے دستبردار ہونا اس کا حق ہے تو اب اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ وہ عقد سے پہلے دستبردار ہو یا عقد کے بعد۔

اشکال (3): حضرت سودہ اپنے حق سے اس وقت دستبردار ہوئیں جب وہ عمر رسیدہ ہو گئیں اور انہیں مردوں کی ضرورت نہ رہی اور انہوں نے یہ چاہا کہ کسی طرح حضور ﷺ کی زوجات میں شامل رہوں تاکہ آخرت میں میں زوجات ہی میں سے اٹھائی ہو جاؤں اگر وہ نوجوان ہوتیں تو اپنی رات کی باری سے دستبردار نہ ہوتیں۔[35] تو اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

{وَإِنِ امْرَأَةٌ خَافَتْ مِنْ بَعْلِهَا نُشُوزًا أَوْ إِعْرَاضًا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا أَنْ يُصْلِحَا بَيْنَهُمَا صُلْحًا وَالصُّلْحُ خَيْرٌ}[36]

''اگر کسی عورت کو اپنے شوہر کی طرف سے زیادتی یا بیزاری کا اندیشہ ہو ان میاں بیوی کے لئے اس میں کوئی مضائقہ نہیں کہ وہ آپس کے اتفاق سے کسی قسم کی کوئی صلح کر لیں۔''

وجہ استدلال یہ ہے کہ مہر، نفقہ، سکونت اور مبیت یہ سب عورت کا حق ہے اب اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنے اس حق سے (کلًا ہو یا جزءً) دستبردار ہونے کی اجازت دی ہے چاہے وہ صغیرہ ہو یا کبیرہ۔ اس آیت میں صغیرہ اور کبیرہ کی کوئی قید ذکر نہیں کی گئی۔[37]

دلیل:(2)

إن رسول الله - صلى الله عليه وسلم - وجد على صفية بنت حيي في شيء، فقالت صفية: يا عائشة، هل لك أن ترضي رسول الله - صلى الله عليه وسلم - عني ولك يومي؟ قالت: نعم. فأخذت خمارا لها مصبوغا بزعفران، فرشته بالماء ليفوح ريحه، ثم قعدت إلى جنب رسول الله - صلى الله عليه وسلم -، فقال النبي - صلى الله عليه وسلم -: يا عائشة إليك عني، إنه ليس يومك" فقالت: ذلك فضل الله يؤتيه من يشاء، فأخبرته بالأمر فرضي عنها[38]

''رسول اللہ ﷺ کسی بات کی وجہ سے حضرت صفیہ بن حیی سے ناراض ہوئے تو صفیہ نے عائشہ سے کہا اے عائشہ کیا تم چاہتی ہو کہ تم رسول اللہ ﷺ کو مجھ سے راضی کرادو اور میری باری تمہیں مل جائے؟ عائشہ نے کہا ٹھیک ہے۔ اس کے بعد عائشہ نے اپنا زعفران میں رنگا ہوا دوپٹہ لیا اور اس پر پانی چھڑکا تاکہ اس کی مہک پھیلے اور رسول اللہ ﷺ کے پہلو میں جا بیٹھیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا عائشہ! دور ہو جاآج تمہاری باری نہیں ہے۔ عائشہ نے کہا ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہیں عطا فرمائیں۔ اور ساری بات آپ ﷺ کو بتائی تو آپ ﷺ حضرت صفیہ سے راضی ہو گئے۔''

وجہ استدلال:

نبی کریم ﷺ نے حضرت صفیہ کو اپنی باری حضرت عائشہ کو دینے کی اجازت دیدی۔[39] یہ اس بات کی دلیل ہے کہ عورت اپنے بعض حقوق سے دستبردار ہو سکتی ہے ورنہ نبی کریم ﷺ اس کی اجازت نہ دیتے۔[40]

دلیل(3)

یہ ایک ایسا عقد ہے جس میں نکاح کی ساری شرائط اور ارکان پائے جاتے ہیں، لہٰذا یہ بھی نکاح شرعی ہونا چاہئے۔[41]

اشکال: ہم تسلیم کرتے ہیں کہ اس میں نکاح کی ساری شرائط اور ارکان پائے جاتے ہیں لیکن یہ نکاح ایسا ہے کہ جس میں مقتضائے عقد کے خلاف کچھ شرائط پائی جاتی ہیں مثلاً یہ شرط کہ عورت شریف نہ ہو یا یہ کہ عورت کو یا دونوں کو نکاح میں خیار حاصل ہوگا وغیرہ وغیرہ جیسا کہ عقد میں بھی کبھی کبھی بعض باطل شرائط پائی جاتی ہیں اگرچہ اس سے نکاح پر کچھ اثر نہیں پڑتا لیکن پائی تو جاتی ہیں۔[42]

اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ اگر عورت اپنے بعض حقوق کو ساقط کردیتی ہے تو یہ مقتضائے عقد کے خلاف شرط نہیں ہے مثلاً بیت کو ساقط کردینا یہ تو صرف اپنے آپ کو مالک بننے سے روکنا ہے اور یہ شرعاً جائز ہے۔[43]

نکاحِ مسیار کے خلافِ اولیٰ اور مکروہ ہونے کے دلائل:

(1) نکاح مسیار میں نکاح شرعی کے جو مقاصد ہوتے ہیں وہ حاصل نہیں ہو سکتے اس میں سوائے نکاحِ متعہ کے اور انسیت کے کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوسکتا۔ اسلام میں نکاح مشروع ہے تو اس کے کچھ مقاصد ہیں مثلاً (رہائش، محبت وشفقت، شریف النسب اولاد کی طلب وغیرہ) جیسا کہ کچھ اوپر بھی ذکر کیے گئے ہیں، اگرچہ ان مقاصد اور اہداف کے حاصل نہ ہونے سے نکاح لغو اور باطل نہیں ہوتا لیکن مخدوش اور مکروہ ضرور ہو جاتا ہے۔[44]

(2) نکاح مسیار میں عورت کی اہانت اور توہین ہے اور اس میں اس کی عزت اور شخصیت کی کوئی حیثیت باقی نہیں رہتی، تاہم ان سب باتوں کے باوجود اس میں حرام کاری کا شبہ تو نہیں پایا جاتا، لیکن مکروہ ضرور ہو جاتا ہے۔[45]

دوسرا قول:

نکاح مسیار مطلقاً جائز ہے، اور یہ قول عبد العزیز بن بازؒ[46]، عبدالعزیز آل شیخ[47]، شیخ عبداللہ جبرینؒ[48]، شیخ عبداللہ منیع[49] وغیرہم کا ہے۔

ان کے دلائل وہی ہیں جو قولِ اول کے قائلین کے ہیں البتہ ان کے ہاں یہ نکاح مکروہ نہیں ہے۔

تیسرا قول:

یہ عقد صحیح ہے لیکن اس کے باوجود یہ نکاح حرام ہے۔ یہ قول شیخ محمد ناصر الدین الألبانیؒ[50] اور ڈاکٹر عمر الأشقر[51] وغیرہ کا قول ہے۔

قولِ ثالث کے قائلین کے دلائل:

(1) یہ نکاح نکاح کے مقاصدِ شرعیہ کے خلاف ہے مثلاً خاندانی نظام ہو، استقرار ہو، امن وامان ہو وغیرہ جبکہ اس نکاح میں نہ تو رہائش ہے اور نہ ہی محبت وشفقت بلکہ عورت اس میں ہمیشہ پریشانی میں رہے گی اور غموں میں گھری رہے گی کہ پتہ نہیں شوہر رکھے گا یا طلاق دے دے گا۔[52]

اس پر ایک مضبوط اشکال ہو سکتا ہے کہ ان سب باتوں کے باوجود عورت کو کم از کم عفت و پاکدامنی تو حاصل ہے اور وہ گناہ سے تو بچی ہوئی ہے۔[53]

(2) نکاح مسیار عورت کے لئے فساد ایک ذریعہ بن سکتا ہے کہ وہ یہ کہے کہ یہ جو شخص رات کو میرے پاس آتا ہے یہ میرا شوہر ہے میرا اس سے نکاحِ مسیار ہو چکا ہے، لہٰذا اس فساد کے دروازے کو بند کرنے کے لئے اس نکاح کو ہی حرام قرار دیدیا جائے۔[54]

اس دلیل پر یہ اشکال ہو سکتا ہے کہ ایسی بات نہیں ہے اس عورت کا ولی ہوگا جو نگرانی رکھے گا اور اس کی وجہ سے یہ بہت سارے مفاسد سے بچی رہے گی اور جہاں تک اس شک کی بات ہے جو آپ نے ذکر کی ہے تو یہ شک تو عام نکاح میں بھی پایا جا سکتا ہے۔[55]

(3) اس میں عورت کی توہین ہے اور جب بھی وہ مساوات کی بات کرے گی تو طلاق کی تلوار اس کے سر پر لٹکنے لگے گی۔[56]

اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ اگرچہ اس میں اس کی توہین کا پہلو کسی حد تک پایا جاتا ہے لیکن وہ معمولی سا ہے وہ برداشت کرلے گی اور رہی بات مساوات مانگنے کی صورت میں طلاق کی تو وہ تو شروع ہی سے مساوات کو ساقط کر چکی ہے اور خود سے اس پر راضی ہوئی ہے۔[57]

چوتھا قول:

عقد کے باطل ہونے کے ساتھ ساتھ یہ نکاح بھی حرام ہے۔ یہ قول ڈاکٹر عجیل نشمی اور ڈاکٹر عبد اللہ جبوری وغیرہ کا ہے۔[58]

قولِ رابع کے قائلین کے دلائل:

ان کے دلائل بھی وہی ہیں جو قولِ ثالث کے قائلین کے تھے البتہ یہ عقد کے بھی بطلان کے قائل ہیں اس کے دلائل ذکر کئے جاتے ہیں۔

(1) اس نکاح میں بہت ساری محذورات ہیں اور اس نکاح کو عورت فحاشی کے لئے بھی ایک ذریعہ کے طور پر استعمال کر سکتی ہے کہ وہ تو میرا شوہر ہے اس لئے شرائط وارکان کے پائے جانے کے باوجود یہ عقد باطل ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ عورت کا اپنے نکاح مسیار کے ذریعے سے ثابت شدہ شوہر کے حق میں کسی غیر محرم کے ساتھ زنا کرنے کی خیانت کے شبہہ کی وجہ سے کوئی عقد باطل نہیں ہو جاتا بالخصوص جب اس میں عقد کی شرائط اور ارکین بھی پائے جا رہے ہوں اور ولی وغیرہ بھی ہوں۔[59]

(2) نکاح مسیار میں مقتضائے عقد کے خلاف شرائط پائی جاتی ہیں جیسے کہ حقِ بیت کا اسقاط اور نفقہ کے حق کا اسقاط تو جب شرائط باطل ہیں تو عقد بھی باطل ہوگا۔[60]

اس دلیل کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ جب عورت کے لئے اپنا وطی کا حق چھوڑنے کا حق حاصل ہے تو نفقہ چھوڑنے کا حق تو بطریقِ اولیٰ ہوگا۔[61]

(4) نکاح مسیار حلالہ کے مشابہ ہے پس جس طرح حلالہ جائز نہیں ہے اسی طرح یہ بھی جائز نہیں ہے۔[62]

اس کاجواب یہ ہے کہ یہ قیاس مع الفارق ہے۔اس لئے کہ حلالہ میں رات گزار ناطلاق دینے کی نیت سے ہوتا ہے جبکہ یہاں یہ نیت ہوتی ہی نہیں ہے، بلکہ وہ تو ہمیشگی کی نیت سے رات گزارتا ہےاور دوسری بات یہ ہے کہ محلل دوسرے شوہر کے لئے اس عورت سے شادی کرتا ہے جبکہ یہاں وہ اپنے لئے ہی شادی کر رہا ہے۔[63]

پانچواں قول:

نکاح مسیار کا حکم یہ ہے کہ اس میں توقف کیا جائے۔یہ قول شیخ محمد صالح العثیمین اور ڈاکٹر عمر سعود العید کا ہے۔[64]

قولِ خامس کے قائلین کے دلائل:

اس قسم کی شادی میں کچھ لوگوں نے حدِّ شرعی کو عبور کرلیااور عورتوں کا استحصال کرنے لگ گئے اور باقاعدہ دفتر کھل گئے جس میں کمیشن کی بنیادوں پر کام ہونے لگ گیاان وجوہات کی وجہ سے اب مباح ہونے کے قول سے توقف کرنا بہتر ہے۔[65]

اس کاجواب یہ ہے کہ نکاح مسیار کے جائز ہونے کے دلائل تو واضح ہیں لہٰذااس نکاح کو تو جائز ہی کہا جائے گا،رہی بات کچھ لوگوں کی غلط حرکات کی تو ان حرکتوں کو قانون کے دائرے میں لاکر ختم کیا جاسکتا ہے ایسے لوگوں کے لئے جو اللہ تعالیٰ کا خوف نہیں رکھتے ان کے لئے سزا ہی زیادہ مناسب ہے۔[66]

قولِ مختار:

قولِ مختار یہ ہے کہ نکاح مسیار جائز ہے لیکن موجودہ حالات کے پیشِ نظر بہتر یہ ہے کہ عام شادی کے طریقے کو ہی اپنایا جائے اور نکاحِ مسیار سے بچا جائے البتہ اگر کہیں شدید مجبوری ہو جائے تو اس کو حالات دیکھ کر اجازت دی جاسکتی ہے۔

قولِ مختار کے دلائل:

قولِ مختار کے دو حصے ہیں پہلا حصہ یہ ہے کہ یہ جائز ہےاور دوسرا حصہ یہ ہے کہ اولیٰ یہ ہے کہ نہ کرے۔تو پہلا حصہ یعنی یہ نکاح جائز ہے اس کے دلائل درج ذیل ہیں:

(1)اس نکاح میں نکاح کی تمام شرائط اور ارکان پائے جاتے ہیں۔

(2) حق عورت کا ہے وہ چاہے تو اپنا حق ساقط کر سکتی ہے۔

دوسرا حصہ یعنی نہ کرنا اولیٰ ہےاس کے دلائل درج ذیل ہیں۔

(1)اس نکاح میں بیوی شوہر کے گھر میں نہیں رہے گی۔

(2) شوہر اور بیوی کے درمیان ایک لمبے عرصے کے لئے جدائیگی آسکتی ہے۔

(3)اس نکاح میں شوہر کے پاس قوّام ہونے کی حیثیت سے اختیارات کم ہوتے ہیں بنسبت عام نکاح کے۔[67]

خلاصہ ونتائج بحث:

اسلامی شریعت کی رو سے نکاح ایک مقدس عمل ہے، جس کے بہت سے معاشی، معاشرتی اور سماجی مقاصد و فوائد ہیں، اگر نکاح کو معاشرے میں آسان بنایا جائے تو بے راہروی کے راستے بند ہو سکتے ہیں، اور معاشرے میں عفت و پاکدامنی عام ہو جاتی ہے، اس کے برعکس اگر نکاح کو مشکل بنایا جائے تو معاشرے میں بے راہروی عام ہو جاتی ہے اور لوگ مجبوراً غیر شرعی راستے اپنانے لگتے ہیں، اس لئے ضرورت اس امر کی ہے کہ نکاح کے سلسلے میں ہمارے معاشرے میں جو غیر ضروری رسومات رواج پا چکے ہیں ان کا خاتمہ کیا جائے، نکاح کو آسان بنایا جائے، اور اس کی راہ میں آنے والی رکاوٹوں کو دور کرنے کی کوشش کی جائے۔ نیز دنیا کے مختلف ممالک میں نکاح مسیار کا جو طریقہ رائج ہے چونکہ اس میں ایجاب و قبول، گواہی کی موجودگی وغیرہ شرائط وارکان پائے جاتے ہیں، اس لئے شرعاً اس کو ناجائز نہیں کہا جا سکتا، اور جہاں ضرورت ہو وہاں اس کی مخالفت بھی نہیں کرنی چاہیئے تاکہ کم از کم خواتین کی عفت و عصمت محفوظ رہے، تاہم جہاں ضرورت نہ ہو وہاں نکاح کے معیاری ماڈل کو اپنانے پر زور دیا جائے تاکہ نکاح کے مقاصد اور فوائد بدرجہ اتم حاصل ہوں۔

References

[1] (أبوالقاسم الحسين بن محمد الراغب الأصفهان، المفردات في غريب القرآن، بيروت، دار القلم، الدار الشامية، 1412، ص505)

[2] (المنجد عربی اردو، کراچی، دار الاشاعت، 1994، ص1047)

[3] (اردو انگلش ڈکشنری، لاہور، فیروز سنز، س ن، ص781)

[4] (ابن عابدین، محمد أمین بن عمر، رد المحتار، کراچی، ایچ ایم سعید، کتاب النکاح، 1992، ج3، ص3)

[5] ابویعلی الموصلي، أحمد بن علي بن المثنى، المتوفى: 307ھ، مسند ابی یعلی، المحقق: حسین سلیم أسد، دار المأمون للتراث، جدة، ط:2، 1410ھ، (12/260)

[6] القاضي محمد بن عبدالله أبو بکر، القبس في شرح موطأ مالک بن أنس، بیروت، دار الغرب الإسلامی، 1992، ص:678)

[7] (سورة بقرة، پارہ 2، رکوع 12، آیت 223)

[8] محمد تقی عثمانی، توضیح القرآن، کراچی، مکتبہ معارف القرآن، 2016، ص106،105)

[9] القاضي محمد بن عبدالله أبو بکر، القبس في شرح موطأ مالک بن أنس، دار الغرب الإسلامی، 1992، ص:678)

[10] [النساء، پ4، ع15، آیت 24]

[11] أبو عبدالرحمن أحمد بن شعيب النسائي، السنن الصغرى للنسائي، حلب، مکتب المطبوعات الإسلامية، 6، 1986/57)

[12] [سورة النساء، پ4، ع1، آیت 3]

[13] سورة الاعراف، پ9، ع14، آیت 189)

[14] [سورۃ الروم، پ21، رع6، آیت 21]

[15] (محمد تقی عثمانی، توضیح القرآن، کراچی، مکتبہ معارف القرآن، 2016، ص791)

[16] ابن فارس، معجم مقاييس اللغة، س ن، ص478)

[17] (أبو القاسم الحسين بن محمد الراغب الأصفهان، المفردات في غريب القرآن، بيروت، دار القلم، الدار الشامية، 1412، ص247)

(محمد بن مكرم بن على أبن منظور، لسان العرب، بيروت، دار صادر، 1414ھ، ج2ص,252)

(إبراهيم مصطفى/أحمد الزيات/حامد عبد القادر/محمد النجار) المعجم الوسيط، قاهرة، دار الدعوة، س ن، ج1/ص,467)

[18] محمد بن أحمد بن الأزهري وتهذيب اللغة، بيروت، دار إحياء التراث العربي، 2001، (46/13)، ولسان العرب، لابن منظور (389/4)، ومفردات ألفاظ القرآن، للأصفهاني، ص432)

[19] محمد بن يحيى بن حسن النجيمي، عقود الزواج المستحدثة وحكمها فى الشريعة، جدة، بحث مقدم إلى مجمع الفقه الإسلامى. التابع لرابطة العالم الإسلامى، الدورة الثامنة عشر. ص10، بتصرف)

[20] أحكام الزواج، للعنزي، ص314)

[21] عبد العزيز محمد عبد الله الحجيلان، المختار في زواج المسيار، الرياض، الدار المتخصصة. 2009، ص108، وعقود الزواج المستحدثة، للنجيمي، ص10)

[22] عقود الزواج المستحدثة، للنجيمي، ص10.

[23] (أحمد الحجي، الكردي، الزواج، دمشق، دار اقرأ. 2008، ص207)

[24] عقود الزواج المستحدثة، للنجيمي، ص11.

[25] أحمد موسى السهلي، عقود الزواج المستحدثة وحكمها في الشريعة، جدة، بحث مقدم لمجمع الفقه الإسلامى التابع لرابطة العالم الإسلامى الدورة الثامنة عشر ص 18) (عبد الملك بن يوسف المطلق، زواج المسيار، الرياض، دار العاصمة، 2006، ص88)

[26] المختار في زواج المسيار، للحجيلان، ص150 ومابعده

[27] عقود الزواج المستحدثة، للنجيمي، ص29

[28] مجلة الأسرة، العدد (46)، سنة 1418. ص15)

[29] الزواج، للكردي ص207.

[30] عقود الزواج المستحدثة، للسهلي، ص26.

[31] زواج المسيار، للمطلق، ص112، وموقع رابطة العالم الاسلامى.

[32] مسلم بن الحجاج أبو الحسن القشيري النيسابوري، صحيح مسلم، باب جواز هبتها نوبتها لضرتها بيروت، دار إحياء التراث العربي، س ن، (2/ 1085) حديث (1463)

[33] المختار في زواج المسيار، للحجيلان، ص173، وزواج المسيار، للمطلق، ص146.

[34] زواج المسیار، للمطلق، ص148.

[35] زواج المسیار، للمطلق، ص148.

[36] سورة النساء، پاره 5، رکوع 16، آیت 128

[37] زواج المسیار، للمطلق، ص149.

[38] ابن ماجة أبو عبد الله محمد بن یزید القزوینی، سنن ابن ماجه، باب المرأة تهب یومها لصاحبتها، بیروت، دار الرسالة العالمیة، 2009م (3/ 145) حدیث 1973)

[39] ابو عبد الله محمد بن اسماعیل البخاری، مُختَصَر صَحِیحُ الِإمَامِ البُخَارِي، کتاب الهبة وفضلها والتحریض علیها، باب هبة الرجل لامرأته والمرأة لزوجها، الریاض، مکتَبة المَعارف للنَّشْر والتوزیع، 2002م، (183/3)، ح (2588)

[40] المختار في زواج المسیار، للمحیلان، ص179.

[41] زواج المسیار، للمطلق، ص146، وعقود الزواج المستحدثة، للنجیمي، ص29، وعقود الزواج المستجدة، للسهلي، ص24.

[42] عقود الزواج المستحدثة، للنجیمي، ص30.

[43] المختار في زواج المسیار، للمحیلان، ص180.

[44] المختار في زواج المسیار، للمحیلان ص185، وعقود الزواج المستحدثة، للسهلي، ص26.

[45] المختار في زواج المسیار، للمحیلان، ص185، وعقود الزواج المستحدثة، للسهلي، ص26.

[46] الفتاوى الشرعیة في المسائل العصریة، للجریسی، ص564، ومجلة الدعوة، عدد (1639).

[47] الفتاوى الشرعیة في المسائل العصریة، للجریسی، ص564، ومجلة الدعوة، عدد (1639).

[48] الفتاوى الشرعیة في المسائل العصریة، للجریسی، ص564، ومجلة الدعوة، عدد (1639).

[49] مجموع فتاوى وبحوث، للمنیع، (262/4).

[50] موقع الألباني على الإنترنت:

http://www.alalbany.net

[51] أسامة عمر، الأشقر، مستجدات فقهیة في قضایا الزواج والطلاق، (ط2)، عمان، دار النفائس، 2005، ص162)

[52] المختار في زواج المسیار، للمحیلان، ص189، وزواج المسیار، للمطلق، ص121، وزواج المسیار، لحسونة، ص12.

[53] زواج المسیار، للمطلق، ص140.

[54] زواج المسیار، للمطلق، ص121.

[55] عقود الزواج المستحدثة، للنجیمي، ص36.

[56] زواج المسیار، للمطلق، ص142.

[57] زواج المسيار، للمطلق، ص142.

[58] مستجدات فقهية في قضايا الزواج والطلاق، للأشقر، ص245.

[59] زواج المسيار، للمطلق، ص144، والمختار في زواج المسيار، للمحيلان، ص204.

[60] عقود الزواج المستحدثة، للنجيمي، ص35، عقود الزواج المستحدثة، للسهلي، ص30، والمختار في زواج المسيار، للمحيلان، ص202.

[61] الكاساني، علاء الدين أبو بكر بن مسعود، بدائع الصنائع، بيروت، دار الكتب العلمية، 1986، (333/2)، وحاشية الخرشي، للخرشي (406/4)، و يحيى بن شرف النووي، روضة الطالبين وعمدة المفتين، بيروت، دار المعرفة، 2006، 373/3)،، عبد الرحمن بن محمد ابن قدامة، الشرح الكبير، بيروت، دار عالم الكتب 2005، (422/20)

[62] عقود الزواج المستجدة، للسهلي، ص29، وزواج المسيار، للمطلق، ص125، والمختار في زواج المسيار، للمحيلان، ص205.

[63] عقود الزواج المستجدة، للسهلي، ص29، وزواج المسيار، للمطلق، ص125، والمختار في زواج المسيار، للمحيلان، ص205

[64] عقود الزواج المستحدثة، للنجيمي، ص37، والمختار في زواج المسيار، للمحيلان، ص207، وزواج المسيار، للمطلق، ص124.ب

[65] عقود الزواج المستحدثة، للنجيمي، ص37، والمختار في زواج المسيار، للمحيلان، ص207، وزواج المسيار، للمطلق، ص124.ب

[66] المختار في زواج المسيار، للمحيلان، ص207.

[67] بدر ناصر مشرع السبيعي، المسائل الفقهية المستجدة في ا لنكاح مع بيان ما أخذ به القانون الكويتي، الكويت، مجلة الوعي الإسلامي، وزارة الأوقاف والشؤون الإسلامية، 2014، ص243-244)